اثبات دعویٰ کے شرعی تقاضے

جناب مولانا عبدالرشید استاذ الفقہ جامعہ مدنیہ لاہور

"اثبات" کے لغوی معنی

لغت میں "اثبات" کے معنی "اقامۃ الثبت وھو الحجۃ"[1] یعنی کسی امر پہ دلیل اور حجت قائم کر دینا ہے۔

اصطلاح فقہاء میں "اثبات" کے معنی

کلام فقہاء کے تتبع سے پتہ چلتا ہے کہ وہ "اثبات" کا لفظ دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

۱۔ ایک تو اسی لغوی معنی میں، یعنی کسی امر پر دلیل وحجت قائم کرنا خواہ وہ امر کسی کا کوئی حق ہو یا کوئی واقعہ۔ نیز یہ دلیل قائم کرنا خواہ قاضی کے سامنے ہو یا کسی اور کے سامنے۔ اسی طرح یہ دلیل قائم کرنا عام ہے کہ تنازع پیش آنے کی صورت میں ہو یا تنازعہ وجھگڑا پیدا ہونے سے پہلے۔

اسی معنی عام کو مدنظر رکھتے ہوئے علامہ جرجانیؒ (۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء) اثبات کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

---

[1] الدکتور محمد مصطفیٰ الزحیلی، وسائل الاثبات فی الشریعۃ الاسلامیۃ۔ مطبوعہ مکتبۃ دارالبیان۔ دمشق، طبع اول ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲م۔

الاثبات هو الحكم بثبوت شیء لآخر ؎

ترجمہ: ایک چیز کا دوسرے کے لیے ثبوت کا حکم لگانا اثبات ہے۔

۲۔ دوسرے خاص اصطلاحی معنی جو "موسوعۃ الفقہ الاسلامی" میں بایں الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔

اقامۃ الحجۃ امام القضاء بالطرق التی حددتها الشریعۃ علی حق او واقعۃ۔ تترتب علیها آثار شرعیۃ۔

ترجمہ: قضا کے روبرو دلیل قائم کرنا شریعت کے متعین کردہ طریقوں سے کسی حق یا واقعہ پر جس پر آثارِ شرعیہ مرتب ہوں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "اثبات" کی اصطلاحی تعریف کی قدرے ضروری تشریح کر دی جائے تاکہ اس کی حقیقت پورے طور سے منقح ہو کر سامنے آجائے۔

اقامۃ الحجۃ: (دلیل قائم کرنا) سے مراد دلیل کا پیش کرنا ہے۔ دلیل تیار کرنا نہیں۔ بلکہ پہلے سے موجود اور ثابت شدہ دلیل کو اس شخص کے سامنے پیش کرنا جسے کسی چیز کا ثبوت باور کرانا مقصود ہو۔

امام القضاء: (قضا کے سامنے) یہ قید "اثبات اصطلاحی" (اثبات قضائی) کے لیے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہی وہ "اثبات" ہے کہ جس پر آثار مرتب ہوتے ہیں یعنی کسی شخص کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا پابند بنایا جاتا ہے اس قید سے معلوم ہوا کہ "اثبات" کا دارومدار امر متنازعہ فیہ پر ہے کہ جسے فیصلہ کے لیے قاضی کے سامنے پیش کیا گیا ہو۔ لہٰذا غیر متنازعہ فیہ امور میں اور ان متنازعہ فیہ امور

؎ سید شریف جرجانی، التعریفات ص بحوالہ "وسائل الاثبات"

میں جنہیں فیصلہ کے لئے قاضی کے روبرو پیش نہیں کیا گیا کسی اثبات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز معلوم ہوا کہ حفظ ما تقدم کے طور پر اپنے حقوق کو مؤکد و پختہ کرنے کے لئے گواہ قائم کرنا، رہن رکھنا یا اسٹام وغیرہ لکھنا "اثبات اصطلاحی" میں داخل نہیں ہے۔

الطرق التی حددتها الشریعۃ (ان طریقوں کے ساتھ جن کی فقہ اسلامی نے تحدید کر دی ہے) خواہ ان طریقوں کی تصریح شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہو یا ان کا ثبوت "اجماع امت" سے ہو یا مجتہدین کے اجتہاد و استنباط سے طرقِ اثبات جن کی تحدید شریعت نے اجمالاً یا تفصیلاً کر دی ہے، ان میں سے بعض تو متفق علیہ ہیں جیسے شہادت، اقرار اور قسم۔ اور بعض میں اختلاف ہے مثلاً کتابت، قرائن، علم قاضی وغیرہ۔ علی حق او واقعۃ (کسی حق یا واقعہ پر) یہ قید "محل اثبات" کو متعین کرنے کے لئے لگائی گئی ہے۔

"حق" سے مراد اس مقام پر ہر وہ چیز ہے کہ جسے شرعاً انسان حاصل کر سکتا ہے اور اگر پہلے سے حاصل ہے تو اس پر اپنا قبضہ برقرار رکھنے کا شرعاً اسے حق حاصل ہے نیز ہر وہ منفعت و مصلحت کہ شریعت کسی بھی انسان کے لئے اس کی نگہبان اور محافظ ہے۔ "حقوق العباد" کی طرح "حقوق اللہ" کو بھی یہ لفظ شامل ہے۔

"واقعہ" سے مراد وہ سبب ہے جو "حق" کو پیدا کرنے والا ہے یا جس کی وجہ سے وہ "حق" صاحب حق کو حاصل ہوا ہے۔

تترتب علیہا آثار شرعیۃ (جس پر آثار شرعیہ مترتب ہوں) یہ قید "اثبات" کا مقصد اور ہدف متعین کر رہی ہے۔ لہٰذا کسی ایسے امر یا واقعہ کا اثبات

صحیح نہ ہوگا جس پر کوئی شرعی اثر مرتب نہ ہوتا ہو، مثلاً یہ ثابت کرنا کہ "مدعیٰ علیہ" "مدعی" کا وکیل ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ "مؤکل" ہر وقت "وکیل" کو معزول کر سکتا ہے۔ "امور طبعیہ" یا "امور عادیہ" کا اثبات بھی اسی قبیل سے ہے۔

شرائط اثبات | "اثبات قضائی" کی تعریف کے بعد اب ہم اس کے شرائط کا ذکر کرتے ہیں جو فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق سات ہیں:

(۱) "اثبات" سے پیشتر مدعی کی طرف سے "دعوی" ہونا۔

(۲) "اثبات" کا دعوٰی کے مطابق ہونا۔

(۳) "اثبات" کا مجلس قضاء میں ہونا۔

(۴) "اثبات" کا نتیجہ خیز ہونا۔

(۵) "اثبات" کا عقل، حس اور ظاہر حال کے مطابق ہونا۔

(۶) "اثبات" کا علم یقینی یا کم از کم غلبۂ ظن پر مبنی ہونا۔

(۷) "اثبات" ان طریقوں سے ہونا جو شریعت سے ثابت ہیں۔

ان شرائط کی قدرے تفصیل اب ہم پیش کرتے ہیں تاکہ ان شرائط کی حقیقت بقدر ضرورت منقح ہو کر سامنے آجائے۔

پہلی شرط | ("اثبات" سے پیشتر مدعی کی طرف سے "دعوی" ہونا) چونکہ "اثبات" کا مقصد کسی شخص کا جو حق دوسرے کے ذمہ ہے، اسے ظاہر کرنا ہے اس لئے صاحب حق مدعی کی طرف سے مطالبہ سے پیشتر اس کے حق کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے اپنا حق وصول کر لیا ہو یا ساقط کر دیا ہو اور اس کا علم گواہوں وغیرہ کو نہ ہو سکا ہو۔ اس لئے اس حق کے باقی رہنے کا علم صاحب حق

مبنی ٭ مطالبہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور اس مطالبہ کی صورت یہی ہے کہ "مدعی" اپنا مقدمہ قاضی کے سامنے فیصلہ کیلئے پیش کرے۔

یہ شرط "حقوق العباد" مثلاً حقوق مالیہ، نکاح، طلاق، عقود (معاملات) قصاص، حد قذف، حد سرقہ اور کسی متعین شخص پر وقف وغیرہ میں تقریباً تمام فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ یہ شرط در حقیقت اس حدیث کی بنیاد پر لگائی گئی ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "خیر القرون" کی تعریف فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

ثم یفشوا الکذب حتی یحلف الرجل علی الیمین قبل ان یستحلف ویشھد علی الشھادۃ قبل ان یستشھد۔

ترجمہ: پھر جھوٹ پھیل جائے گا، یہاں تک کہ مطالبۂ قسم سے پہلے ہی آدمی قسم اٹھائے گا اور طلبِ شہادت سے پیشتر ہی گواہی دے گا۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ قسم و شہادۃ کے مطالبہ کے بغیر قسم اٹھانا یا شہادۃ دینا شرعاً مذموم ہے نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا یاب الشھدآء اذا ما دعوا[۱]

ترجمہ: اور گواہ انکار نہ کریں جب انہیں بلایا جائے (گواہی کے لیے)

اس آیت میں شہادۃ کو مطالبہ کے ساتھ معلق فرمایا گیا ہے۔ بہر حال ان وجوہ سے فقہاء کرام نے اس شہادۃ و حلف کو جو "مدعی" کے دعوے اور مطالبہ سے قبل دی گئی ہو، عام حالات میں قبول نہیں کیا ہے۔ بلکہ گواہوں پر لازم ہوگا۔ کہ مدعی کے مطالبہ کے بعد دوبارہ قاضی کے حکم کے مطابق شہادت دیں اسی طرح مدعی کے

---

[۱] البقرۃ ۲: ۲۸۲۔

مطالبہ کے بعد قاضی کے کہنے پر دوبارہ قسم اٹھانا ہوگا۔

البتہ اگر صاحب حق کو اپنے گواہوں کا علم نہ ہو جس کے باعث خطرہ ہو کہ صاحب حق کا حق ضائع ہو جائے گا تو ایسی صورت میں چونکہ ظاہر ہے کہ صاحب حق اپنے حق میں گواہی دینے کا مطالبہ گواہوں سے نہیں کر سکتا، اس لیے فقہاء کرام نے گواہوں کو اجازت دیدی کہ وہ ایسی حالت میں پیش قدمی کر کے مدعی کے مطالبہ کے بغیر ہی گواہی دیدیں۔ یہ استثناء ایک دوسری حدیث کی بنا پر کیا گیا ہے جس کے الفاظ بروایت مسلم اس طرح ہیں۔

الا اخبرکم بخیر الشہداء الذی یاتی بشہادتہ قبل ان یسألہا۔

ترجمہ: (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ) کیا میں تم کو گواہوں میں بہتر گواہ سے مطلع نہ کروں جو اپنی شہادت ادا کرے اس سے پہلے کہ اس سے سوال کیا جائے (اداء شہادت کا)؟

دونوں حدیثوں میں تطبیق کے لیے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جب صاحب حق کو شہادۃ کا علم ہو تو ایسی صورت میں شہادت کی طرف اس کے مطالبہ کے بغیر سبقت کرنا مذموم ہے جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور اگر صاحب حق کو شہادۃ کا علم نہ ہو تو پھر اس کے مطالبہ کے بغیر شہادت کی طرف پیش قدمی کرنا مذموم تو کجا ایک مستحسن اقدام قرار پائے گا جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

البتہ بعض مالکیہ نے اس شرط کی مخالفت کی ہے چنانچہ ان کے نزدیک مدعی کے مطالبہ سے پہلے بلکہ قاضی کے پاس مقدمہ لے جانے سے بھی پہلے اگر گواہی غیرہ دے دی جائے تو اسے قبول کر لیا جائے گا۔

یہ ساری تفصیل "حقوق العباد" سے متعلق تھی۔ "حقوق اللہ" کا حکم یہ نہیں ہے بلکہ ان میں کسی شخص کی طرف سے دعوے دائر ہوئے بغیر بھی گواہی دی جاسکتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ "حقوق اللہ" کی حفاظت اور ان کی تنفیذ اور ان کی پامالی سے منع کرنا اور روکنا ہر مسلمان پر فرض اور لازم ہے۔ لہٰذا جہاں کہیں کوئی مسلمان "حقوق اللہ" کے سلسلہ میں کوئی تعدی دیکھے یا کسی مقام پر "حق اللہ" کے ضیاع کا خطرہ محسوس کرے تو اس پر لازم ہوگا کہ "حقوق اللہ" کی حفاظت وصیانت اور ان کی تنفیذ کے معاملہ میں اپنی ذمہ داری پوری کرے اور قاضی کو متعلقہ صورت حال سے شہادت دیکر آگاہ کرے۔

فقہاء کرام نے "حقوق اللہ" پر شہادت دینے کے سلسلہ میں "حقوق اللہ" کی دو قسمیں بیان کی ہیں؛

۱۔ جن کی حرمت دائمی ہے مثلاً طلاق، رضاعت، "وقف علی المسجد یا غیر معین فقراء وغیرہ پر وقف۔ ایسے "حقوق اللہ" میں گواہی دینے میں جلدی کرنا واجب ہے۔ کیونکہ ایسے امور میں معصیت وگناہ کے ساتھ تلوث مسلسل رہتا ہے تاآنکہ "شاہد" گواہی دے کر اس معصیت کاری کو ختم نہ کرے۔ اور ایسے امور میں گواہی میں بلا عذر تاخیر کرنا خود "شاہد" کی "عدالت" کو ساقط کر دے گا۔

۲۔ وہ "حقوق اللہ" جن کی حرمت دائمی نہیں بلکہ ایک واقعہ جو ہوا اور ختم ہو گیا مثلاً زنا اور شراب نوشی وغیرہ تو اس صورت میں گواہی دینا واجب نہیں بلکہ پردہ پوشی افضل ہوگی الا یہ کہ کوئی فاسق معلن علی الاعلان ان کا ارتکاب کرے یا کوئی عادی مجرم جو بلا سزا ان امور سے تائب نہ ہوتا ہو۔

دوسری شرط ("اثبات" کا "دعوے" کے مطابق ہونا) یہ شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر "اثبات" دعوے کے مخالف ہوگا تو یہ صورت

پیدا ہو جائے گی کہ "دعوے" ایک چیز کا اور "اثبات" دوسری چیز کا لہٰذا ایسے "اثبات" سے دعوے کے حق میں فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔ نیز جب "اثبات" دعوے کے خلاف ہوگا تو وہ دعوے کا مکذب اور جھٹلانے والا ہوگا اور ظاہر ہے کہ دعوے کاذبہ کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور ایسا "اثبات" چونکہ بلا دعوے ہوگا لہٰذا وہ بھی "حقوق العباد" میں صحیح قرار نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا یہ "اثبات" اور "دعوے" جو آپس میں مخالف ہیں دونوں ہی رد کر دیئے جائیں گے۔

اختلافِ وصف کی مثال: مدعی دراہم کا دعوے کرتا ہے اور "بینہ" دنانیر کو ثابت کرتا ہے یا اس کے برعکس۔

اختلافِ وقت کی مثال: مدعی عید الفطر کے روز ہونے والے معاملہ کا دعوے کرتا ہے جبکہ "بینہ" عید الاضحیٰ کے روز ہونے والے معاملہ کو ثابت کرتا ہے۔

اختلاف مکان کی مثال: مدعی کسی معین مکان یا زمین کے بارے میں دعوے کرتا ہے جبکہ گواہ اس زمین یا مکان کے علاوہ کسی اور زمین یا مکان کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں۔ یا مثلاً مدعی لاہور میں ہونے والے کسی معاملہ کا مدعی ہے جبکہ گواہ اس معاملہ کے کراچی میں ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ ایسے ہی اگر "سبب ملک" میں اختلاف ہو تو بھی ایسے "اثبات" کو رد کر دیا جائے گا۔ مثلاً مدعی دعوے کرتا ہے کہ میں اس گھر کا مالک ہوں کیونکہ میں نے اسے خریدا ہے یا مجھے وراثت میں ملا ہے لیکن گواہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ گھر اس کی ملکیت میں فلاں شخص کے ہبہ کرنے سے آیا ہے۔ البتہ شوافع کے ہاں ایک قول ہے کہ ایسی صورت میں نفسِ ملکیت ثابت ہو جائے گی اور اختلاف سبب کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔

"اثبات" اور "دعوے" کی معنوی مطابقت کافی ہے

"اثبات" اور "دعویٰ" کا لفظاً مطابق ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ معناً مطابق ہونا کافی ہے مثلاً مدعی غصب کا دعوے کرتا ہے اور گواہ یہ شہادت دیتے ہیں کہ مدعا علیہ نے ہمارے سامنے غصب کا اقرار کیا ہے تو یہ اختلاف کہ مدعی انشاءِ غصب کا دعوے کرتا ہے اور گواہ اقرارِ غصب کی گواہی دیتے ہیں، ثبوتِ دعوے میں مضر نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر "اثبات" دعوے سے کم کا ہو تو یہ بھی مضر نہیں۔ مثلاً مدعی ہزار روپیہ کا دعوے کرتا ہے اور گواہ پانچسو (۵۰۰) کی گواہی دیتے ہیں یا مدعیٰ علیہ پانچسو (۵۰۰) کا اقرار کرلیتا ہے یا اسٹام وغیرہ کی تحریر پانچسو کو ظاہر کرتی ہے یا مدعیٰ علیہ پانچسو کی قسم اٹھاتا ہے تو اس صورت میں چونکہ مدعی ہزار کے ضمن میں پانچسو کا بھی دعویدار ہے اس لیے پانچسو کی یہ شہادت یا اقرار یا تحریر یا حلف اس اختلاف کی بنا پر رد نہیں کی جائے گی۔ الا یہ کہ "اثبات" اختلاف کثرت کی طرف ہو مثلاً مدعی ہزار روپیہ کا دعویٰ کرے اور "اثبات" ڈیڑھ ہزار کا ہو تو یہ "اثبات" رد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں مدعی اس اثبات کی تکذیب کرنے والا ہے۔ البتہ اگر "محلِ اثبات" اور "دعوے" میں تطبیق ثابت ہو جائے تو اس "اثبات" کو قبول کر لیا جائے گا مثلاً یہ ثابت ہو جائے کہ اصل میں قرض تو ڈیڑھ (۱۵۰۰) ہزار ہی تھا لیکن مدعی نے پانچسو روپیہ اس سے پہلے وصول کر لیے ہیں یا معاف کر دیئے ہیں۔ البتہ اوصاف میں اکثر کو معلوم کرنے کے سلسلہ میں فقہاء نے کچھ طویل کلام کیا ہے جو "جامع الفصولین"[1]

---

[1] جامع الفصولین ص ۱۱۶ جلد اول "تبیین الحقائق" ص ۲۹۹ جلد چہارم اور "معین الحکام" ص ۱۰۱۔

وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

نوٹ:- جن حقوق میں "دعویٰ" شرط نہیں ہے ان میں یہ شرط بھی "اثبات" کے لئے نہیں ہے۔

تیسری شرط (اثبات کا مجلس قضاء میں ہونا) یہ شرط اس لئے ہے کہ "اثبات" کا مقصد اس کے مقتضیٰ کے مطابق فیصلہ کر کے اس کو فریقین پر لاگو اور نافذ کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مجلس قضاء ہی میں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر "اثبات" مجلس قضاء سے باہر ہو تو اس سے نہ مقصد حاصل ہوگا اور نہ نزاع کا خاتمہ ہوگا۔

نیز بعض وسائل "اثبات" حجت بنتے ہی اس وقت ہیں جب قاضی ان کے مطابق فیصلہ کر دے، اور یہ قاضی کی مجلس ہی میں ہو سکتا ہے۔ اور قاضی اسی "اثبات" پر فیصلہ کر سکتا ہے جو اس کے سامنے ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مجلس قضاء سے باہر مدعیٰ علیہ قسم اٹھائے تو اس یمین کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اگر کسی مقام پر مجلس قضاء میں "اثبات" کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو پھر مجلس قضاء سے باہر والے "اثبات" کو مجلس قضاء میں منتقل کرنا ہوگا جس کے متعدد محفوظ و مامون طریقے فقہاء کرام نے بیان کئے ہیں مثلاً "کتاب القاضی الی القاضی" اور "شہادۃ علی الشہادۃ" اور "شہادۃ علی الاقرار" وغیرہ۔ ان کی تفصیلات و شرائط وغیرہ کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

چوتھی شرط (اثبات کا نتیجہ خیز ہونا) اثبات کے نتیجہ خیز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اثبات حق میں وہ مفید ہو اور اس کے مطابق فیصلہ صادر کیا جا سکے۔ اس لئے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "اگر کوئی شخص کسی گھر پر اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لئے اس پر بینہ قائم کر دے کہ کل یہ گھر اس کے قبضہ میں تھا، تو بینہ

یہ بینہ قبول نہیں کروں گا۔ کیونکہ کبھی کبھی غیر مملوکہ چیز بھی قبضہ میں ہوا کرتی ہے۔" اسی طرح نتیجہ خیز اثبات کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب حق کو متعین طور پر بیان کیا جائے ورنہ "اثبات" منتج نہ ہوگا اور اس کو رد کر دیا جائے گا۔ مثلاً گواہ شہادت دیں کہ یہ گھر ان دو آدمیوں میں سے ایک کا ہے۔ چونکہ اس "اثبات" میں متعین طور پر یہ بیان نہیں کیا گیا ہے کہ گھر کس شخص کا ہے اس لئے یہ "اثبات" نتیجہ خیز نہ ہونے کے باعث رد کر دیا جائے گا۔

پانچویں شرط ("اثبات" کا عقل، شرع، حس اور ظاہر حال کے مطابق ہونا) لہٰذا اگر "اثبات" ان میں سے کسی ایک کے بھی مخالف ہوگا تو ناقابل اعتبار قرار پائے گا۔ کیونکہ "اثبات" سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے جبکہ عقل، شرع، حس اور ظاہر حال سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اختلاف کی صورت میں علم یقینی کے مقابلہ میں علم ظنی کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

"اثبات" کے مخالف عقل ہونے کی مثال: ایک شخص ایسے آدمی کے قتل کا اقرار کرتا ہے جو اقرار کرنے والے شخص کی پیدائش سے پہلے مر چکا ہے۔ یا گواہ ایسی ہی بات کی شہادت دیں۔ یا کوئی شخص ایسے آدمی کے نسب کا اقرار کرے کہ اس جیسے شخص کا اقرار کرنے والے کی اولاد میں سے ہونا عقلاً محال ہے۔ اس لئے کہ جس کے نسب کا اقرار کیا ہے وہ اقرار کرنے ... سے عمر میں بڑا یا برابر یا اتنا تھوڑا چھوٹا ہے کہ مقر اس کا باپ نہیں بن سکتا۔

"اثبات" کے مخالف شرع ہونے کی مثال: جیسے کوئی شخص کسی ایسے لڑکے کے باپ ہونے کا مدعی ہو جو کسی دوسرے شخص سے ثابت النسب مشہور ہو۔ یا کوئی شخص کسی وارث کے لئے اس کے شرعی حصہ سے زیادہ حصہ کا اقرار کرے۔

"اثبات" کے مخالف حِس ہونے کی مثال، کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹنے کے باعث اپنے اوپر آنے والی دیت کا اقرار کرے۔ حالانکہ اس کا ہاتھ صحیح سالم موجود ہے۔ یا کوئی شخص بذریعہ "بینہ" یہ ثابت کر دے کہ فلاں چوپایہ جانور اتنے سال سے میرے پاس ہے جبکہ دابّہ (چوپایہ جانور) کی عمر یقیناً اس کی بیان کردہ مدت سے کم ہے۔ یا بینہ قائم ہو جائے کسی کی موت پر جبکہ اس کی "زندگی مشاہد اور بالیقین معلوم ہو۔ یا گواہ شہادت دیں کہ فلاں گھر ویران ہو چکا ہے حالانکہ وہ آنکھوں کے سامنے بالکل صحیح سالم اور آباد ہے۔

"اثبات" کے ظاھر حال کے مخالف ہونے کی مثال: مثلاً کوئی بہت ہی فاقہ مست فقیر کسی بڑے مالدار پر بہت بڑی رقم کا دعویٰ کرے اور بینہ قائم کر دے۔ جبکہ ظاہر حال بتا رہا ہے کہ اس فقیر نے اتنی بڑی رقم تو کجا اس کا عشر عشیر بھی کبھی اپنی زندگی میں نہیں پایا ہوگا۔ اور ایسے ہی اگر کوئی وصی دعوے کرے کہ اس نے بچے پر معمولی سی مدت میں کوئی بڑی بھاری رقم خرچ کی ہے جبکہ ظاہر حال اس کا مکذب ہو تو یہ قبول نہیں کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا بچہ جس کا جسم بلوغ کا متحمل نہیں ہے، اپنے بالغ ہونیکا اقرار کرے تو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ظاہر حال اس کی تکذیب کر رہا ہے۔

چھٹی شرط ("اثبات" کا علم یقینی یا کم از کم غلبہ ظن پر مبنی ہونا) للہذا اگر "اثبات" شک یا وہم پر مبنی ہوگا تو وہ ناقابلِ اعتبار ہوگا۔ "اثبات" میں اصل تو یہی ہے کہ وہ علم اور یقین پر مبنی ہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ؛

الا من شهد بالحق وهم يعلمون[1]

---

[1] الزخرف ۴۳ : ۸۶۔

، مگر جو لوگ حق کی گواہی دیں اس حال میں کہ وہ جانتے ہوں۔

نیز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اذا علمت مثل الشمس فاشهد والا فدع [1]

ترجمہ: آفتاب کے مانند جب تو جان لے تو گواہی دے ورنہ چھوڑ دے۔

البتہ جہاں علم یقینی تک پہنچنا دشوار یا ناممکن ہو تو پھر وہاں غلبۂ ظن پر بھی "اثبات" کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے جیسے "شهادة بالسماع" اور "شهادة بالقرائن القوية" فقہاء کرام نے "شهادة بالسماع" کی اجازت بعض ان حالات میں دی ہے جن میں براہ راست اطلاع پانا ناممکن ہوتا ہے۔ اس لیے اگر ان حالات میں سماع کی بنیاد پر شہادۃ کی اجازت نہ دی جائے تو بڑا حرج اور احکام کا معطل ہونا لازم آئے گا۔ ایسے حالات جن میں حقیقت حال پر براہ راست اطلاع پانا دشوار یا ناممکن ہوتا ہے، موت، نسب، نکاح، دخول اور وقف وغیرہ ہیں۔

اسی طرح بعض ان حالات میں قرائن قویہ پر "اثبات" کو مبنی کیا جا سکتا ہے۔ جن میں حس کو دخل نہ ہو۔ مثلاً کسی کا معسر و تنگدست ہونا قرائن ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ یا کسی چیز کو مالکوں کی طرح کسی کے زیر استعمال دیکھ کر اس کے حق میں ملکیت کی گواہی دینا جائز ہے۔ کیونکہ مال مقبوضہ میں بلا نزاع مالکانہ طور پر تصرف کرنا دلیل ملکیت ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ایسی صورت میں ایک قید کا اور اضافہ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ مال مقبوضہ میں بلا نزاع مالکانہ طور پر تصرف کرتے ہوئے دیکھ کر اگر دل

---

[1] مستدرک ۴، ص ۹۸۔

میں یہ بات آجائے کہ یہ چیز اسی کی ہے تو اس کی ملکیت کی گواہی دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔

ساتویں شرط ("اثبات" کا ان طریقوں سے ہونا جو شریعت سے ثابت ہیں) لہٰذا شعبدہ بازی، جادو، فال، نجوم اور کہانت وغیرہ سے دعوے کا "اثبات" شرعاً درست نہ ہوگا۔ "اثبات" کے شرعی طریقے متعدد ہیں مثلاً اقرار، شہادت، یمین، کتابت، قرائن اور بوقت ضرورت ماہرین کی رائے۔ ان کے علاوہ بعض طریقے "اثبات" کے مختلف فیہ بھی ہیں مثلاً قسامت، قیافہ، علم قاضی وغیرہ۔